سوال

(97) مدرک رکوع یعنی امام کے ساتھ رکوع میں ملنے والے کی رکعت ہوجاتی ہے یا نہیں-

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مدرک رکوع یعنی امام کے ساتھ رکوع میں ملنے والے کی رکعت ہوجاتی ہے یا نہیں؟ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ رکوع پانے والے نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی احادیث صحیحہ کی روشنی میں جواب دیا جائے؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

سب سے پہلے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ ہر نمازی پر خوہ وہ امام ہو یا مقتدی، منفرد ہو یا مدرک رکوع، نماز فرض ہو یا سنت یا نفل، سورفاتحہ پڑھنی رض ہے۔ اس کے بغیر پڑھے کسی کی کسی صورت میں نماز نہ ہوگی۔ احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے۔ اس کے متعلق بے شمار حدیثیں ہیں، ان میں سے چند حدیثیں ہدیۂ ناظرین ہیں جن کو غور سے پڑھیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب (بخاری مسلم) ترمذی، ابن ماجہ و دیگر کتب حدیث) یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، نہیں نماز ہوتی، اس شخص کی جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی۔

جزء القرأۃ للامام بخاری و نیز دیگر کتب حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ کی گلیوں، اور بازاروں میں بھیج کر آواز لگوادی تھی، کہ لا صلوٰۃ الا بقرأۃ فاتحۃ الکتاب، یعنی سن کو، بغیر الحمد پڑھے کسی کی نماز نہ ہوگی۔

اس قسم کی سینکڑوں حدیثیں صحاح وغیرہ میں موجود ہیں۔ جن کو بخوفِ طوالت یہاں نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ان حدیثوں کے عموم پر غور کرنا چاہیے۔ اگر مدرک رکوع کی نماز ہوجاتی، تو حضورؐ صاف فرمادیتے کہ نماز بغیر الحمد کے نہیں ہوتی، مگر رکوع پانے والے کی ہوجاتی ہے۔۔ جس طرح حضرات احناف ان حدیثوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ مقتدی کی نماز بغیر فاتحہ پڑھے ہوجاتی ہے، اور طرح طرح کی تاویلات و دلیلیں پش کرتے ہیں، چاہے ان سے ان کا مدعا ثابت ہو یا نہ ہو، اسی طرح بعض مدعیان اہلحدیث بھی مدرک رکوع کی رکعت ہوجانے پر اڑے ہوئے ہیں۔ اور جو دلائل اس کے متعلق پیش کرتے ہیں اکثر تو محدثین کے نزدیک کمزور و ضعیف ہیں اور جو صحیح ہیں ان سے ان کا ہرگز یہ مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ ان کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

پہلی دلیل حدیث ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی ہے جو علاوہ کتب حدیث کے صحیح بخاری میں بھی موجود ہے، اس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں ایسی حالت میں پہنچے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جاچکے تھے، ابو بکرہؓ صف کے پیچھے سے رکوع کر کے نماز میں شریک ہوگئے بعد فراغت نماز آپ نے ان سے فرمایا ''ذادک اللہ حرصاً ولا تعد'' اللہ تمہارا شوق زیادہ کرے۔ لیکن یہ حرکت آئندہ نہ کرنا۔ کہ بغیر صف کے پہنچے ہی رکوع میں چلے جاؤ۔

اس حدیث میں کہیں نہیں ہے۔ کہ ابو بکرہؓ کی رکوع والی رکعت ہوگئی، یہ محض لوگوں کو دھوکے میں ڈالنا ہے کہ ''لاتعد'' سے مراد رکوع والی رکعت کا عدم اعادہ ہے۔ حضرت امام

بخاری رحمہ اللہ نے خود اس کے متعلق جزء القراۃ میں فیصلہ کر دیا ہے۔ اور اس کے معنی خود ہی بیان کر دیے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ''لیس لاحد ان یعود لما نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عنہ ولیس فی جوابہ انہ اعتد بالرکوع'' یعنی حدیث ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ کسی کو جائز نہیں ہے۔ کہ حضور کے منع کرنے کے بعد صف کے پیچھے سے رکوع کرتا ہوا امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو جائے اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ابو بکرہؓ نے رکوع کی رکعت کو شمار کیا ہو۔ سبحان اللہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو فرمائیں کہ ابو بکرہؓ کی حدیث سے یہ نہ سمجھنا کہ رکوع والی رکعت کو انہوں نے شمار کیا ہے۔ اور یہ حضرات حدیث کو الٹ پلٹ کر اس سے رکوع کی رکعت ثابت کرنے کے فکر میں ہیں۔

امام بخاریؒ کی اس تصریح کے بعد اس حدیث سے رکوع کی رکعت مراد لینا گویا امام بخاری کو جھٹلانا ہے۔ اس لیے کہ وہ اپنی روایت کردہ حدیث خوب سمجھتے تھے۔ ''صاحب البیت ادری بما فیتہ'' و نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جزء القراۃ میں ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کو نقل کرتے ہوئے حدیث کا یہ ٹکڑا بھی نقل کرتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے ابو بکرہؓ سے فرمایا واقض ما سبقک یعنی ابو بکرہ اپنی رکوع والی رکعت کو پھر سے پڑھ لو۔ یہ روایت طبرانی میں بھی اسی طرح ہے۔ لو اب تو معاملہ بالکل ہی صاف ہو گیا۔ و نیز صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں حضور علیہ السلا کا صاف فرمان موجود ہے۔ ''ما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا'' یعنی لوگو، نماز میں بھاگ کر نہ ملو جو امام کے ساتھ پاؤ اسے پڑھ لو خ اور جو حصہ فوت ہو جائے اس کو بعد سلام پھیرنے امام کے پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے نیچے فتح الباری میں لکھتے ہیں:

واستدل بہ علی ان من ادرک الامام راکعاً لم تحسب لہ تلک الرکعۃ للامر باتمام ما فتہ لانہ الوقوف والقراۃ فیہ وہو قول ابی ہریرۃ وجماعۃ بل حکاہ البخاری فی القراۃ خلف الامام عن کل من ذہب الی وجوب قراۃ خلف الامام'' یعنی اس حدیث میں دلیل ہے ان لوگوں کی جو کہتے ہیں۔ رکوع میں شامل ہونے سے رکعت شمار نہ ہوگی۔ اس لیے کہ آپ نے فرمایا کہ فوت شدہ حصہ کو پڑھ لو، چونکہ اس صورت میں قیام اور قراۃ فوت ہو چکے ہیں اس لیے اس رکعت کا اعادہ ضروری ہے۔ یہ ہی قول حضرت ابو ہریرہؓ اور ایک جماعت صحابہ کا ہے۔ یہاں تک کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو صحابہ قراۃ خلف الامام کو فرض سمجھتے ہیں۔ وہ سب اسی طرح کہتے ہیں۔ اس حدیث کے ہوتے ہوئے اور امام بخاری وغیرہ کی اس تصریح کے بعد معلوم ہوا کہ رکوع کی رکعت لینے والے حدیث کے خلاف کرنے میں کس قدر بے باک ہیں۔

دوسری دلیل جو مدرک بالرکوع کی صحت نماز کے متعلق پش کی جاتی ہے وہ یہ ہے۔ جسے ابو دائودؒ نے بایں الفاظ نقل کیا ہے۔ ''من ادرک الرکعۃ فقد ادرک الصلوٰۃ'' اس کا صحیح ترجمہ اس طرح ہے۔ جس نے رکعت پائی اس نے نماز پائی۔ رکعت کہتے ہیں قیام اور قرأت اور رکوع و سجدہ کے مجموعے کو۔ یہاں رکعت کے معنی رکوع کے لینا سراسر غلط ہے۔ عون المعبود شرح ابو دائودؒ میں کہے۔ وھاھنا لیست قرینۃ تصرف عن حقیقۃ الرکعۃ فلیس فیہ دلیل علی ان مدرک الامام مدرک لتلک الرکعۃ یعنی اس مقام پر حقیقی معنی رکعت کے ہیں اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا، کہ مدرک الرکوع کی رکعت ہو جاتی ہے، یہ تو اس کے معنی کے متعلق بحث تھی، اب اس کی سند کے متعلق سنئے۔ یہ حدیث سرے سے ضعیف ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ جزء القراۃ میں لکھتے ہیں کہ اس میں راوی یحییٰ بن سلیمان ہے۔ وہ ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ اور اس نے یہ روایت اپنے استاذ زید اور ابن المقبری سے نہیں سنی، اور اس حدیث سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔ جزء القراۃ صفحہ ۲۶۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ امام بخاریؒ جیسا جلیل القدر محدث دنیا میں ایک بھی نہیں گزرا جب وہ اس حدیث کو ضعیف اور منکر بتاتے ہیں، تو اب کس کی مجال کہ اس کو صحیح سمجھے اور اس سے مدرک بالرکوع کی صحت نماز کا فتویٰ دے۔

و نیز شیخ نکل حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کا ثانی متاخرین محدثین میں اب تک کوئی نہیں پیدا ہوا۔ ان کے فتاویٰ میں مع ان کی تصحیح و مہر مرقوم ہے۔ حدیث می ں ''من ادرک الرکعۃ'' میں رکعت سے رکوع مراد لینا جائز نہیں، کیوں کہ یہ معنی مجازی ہے۔ اور لفظ کا معنی مجاز مراد لینا بلا قرینہ کے جائز نہیں ہے اور اس حدیث میں کوئی قرینہ نہیں ہے۔ اور ساتھ اس کے یہ حدیث ضعیف بھی ہے۔ فتاویٰ نذیریہ صفحہ ۲۸۶۔ اسی لیے مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث رکوع کی رکعت کے سرے سے قائل نہ تھے، جیسا کہ عون المعبود میں ہے۔ وہذا ای بعدم اعتداد وہو قول شیخنا العلامہ السید مولانا نذیر حسین الدہلوی متعنا اللہ بطول حیاتہ عون المعبود شرح ابو دائود صفحہ ۳۳۴ یعنی رکوع کی رکعت کے نہ ہونے کے قائل ہیں۔ شیخ علامہ نذیر حسین محدث دہلوی و نیز خود ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس حدیث کے راوی بیان کیے جاتے ہیں۔ ان کا فتویٰ اس طرح ہے۔ عن ابی ہریرۃ من ادرک فی الرکوع فلیرکع معہ ولیعد الرکعۃ رواہ البخاری فی جزء القراۃ خلف الامام'' یعنی جس نے رکوع پایا اس کو وہ رکعت لوٹانی ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ کے اس فیصلہ کے بعد ان کی روایت کردہ حدیث میں رکوع مراد لینا سراسر نا فہمی کی دلیل ہے۔

تیسری دلیل مدرک بالرکوع کی صحت نماز کے لیے یہ پش کی جاتی ہے۔ اس کو ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے بایں الفاظ نقل کیا ہے۔ من ادرک الرکعۃ من الصلوٰۃ فقد ادرکھا قبل ان یقیم الامام صلبہ یعنی جس نے رکوع پا لیا امام کے سر اٹھانے سے پہلے، اس نے اس رکعت کو پا لیا۔ اس روایت کے متعلق حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ کی تنقید و تضعیف جزء القراۃ میں اس طرح ہے اما یحییٰ ابن حمید فمجہول لا یعتمد صلی حدیثہ۔۔۔۔ فلیس ہذا مما یحتج بہ اہل العلم یعنی اس حدیث میں ایک راوی یحییٰ ابن حمید ہے۔ اس کی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جاتا اور نہ اہل علم نے اس کے ساتھ حجت پکڑی ہے لہذا اس روایت سے قائلین مدرک بالرکوع کا استدلال کرنا غلط ہوا۔

چوتھی دلیل قائلین صحت نمازمدرک رکوع کی یہ ہے جس کو دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے بایں الفاظ نقل کیا ہے : ''من ادرک الرکوع من الرکعۃ الآخرۃ یوم الجمعۃ فلیضف الیھا الاخری (الحدیث) یعنی جس شخص نے جمعہ کی نماز کی پچھلی رکعت کا رکوع پالیا۔ اس کو چاہیے کہ دوسری رکعت پڑھ لے۔ اس کا جمعہ ہوگیا۔ اس روایت کے متعلق معلوم ہونا چاہیے کہ اس میں ایک راوی سلیمان بن دائود حرانی ہے۔ اس کے متعلق امام بخاریؒ جزء القراۃ میں لکھتے ہیں: منکرالحدیث یعنی اس کی روایت منکر ہوتی ہے۔ منکر روایت محدثین کے نزدیک انتہا درجہ کی ضعیف ہوتی ہے۔ ابن حبان نے فرمایا لایحتج بہ (تعلیق المغنی) یعنی اس کی روایت قابل حجت نہیں۔

حضرات! ان لوگوں کی یہی چند دلیلیں تھیں، جن کی حقیقت آپ کے سامنے کھل گئی۔ حضرت امام بخاریؒ جیسے جلیل القدر محدث نے جوان کے متعلق فرمایا ہے۔ وہ آپ ملاحظہ فرما چکے۔ اب کس شخص کی مجال ہے۔ کہ ان صحیح دلیلوں کو ضعیف بتائے۔ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹانا ممکن ہے مگر امام بخاریؒ کی برح کو ہٹانا بہت مشکل اور دشوار ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے فن حدیث میں ملکہ دیا ہے وہ خوب جانتے ہیں، ان کے علاوہ قائلین صحت نماز مدرک رکوع کے پاس چند یاسات فاسدہ ہیں۔ جن کی بنا فاسد علی الفاسد ہے اس لیے ان کے جواب کی سردست ضرورت نذہیں۔ حضرات! یہ ساری عمر کی نماز کا معاملہ ہے۔ نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے سے عمر بھر کی نماز کی بربادی یقینی ہے۔ آگے تمہیں اختیار ہے۔ (ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

مدرک رکوع کی حدیث اوراس کی حقیقت :

حدیث ابوہریرہ جس کو ابو دائود نے مرفوعاً روایت کیا ہے، اذا جئتم الی الصلوٰۃ و نحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا شیئا و من ادرک الرکعۃ فقد ادرک الصلوٰۃ۔ رکعت کے دو معنی ہیں حقیقی اور مجازی یہ حقیقی معنی رکعت ہے۔ اور مجازی معنی رکوع ہے۔ حقیقت مجاز پر مقدم ہے۔ جب حقیقت متعذرہ ہو تو مجاز متعمل ہوتی ہے۔ تعین مجاز کے لیے قرینہ صارفہ کی ضرورت ہے۔

قرینہ صارفہ کی مثال :

جیساکہ صحیح مسلم شریف میں براء بن عازب سے مروی ہے۔ بلفظ فوجت قیامہ فرکعتہ فاعتدالہ فسجدتہ پس وقوع رکعت قیام اعتدال اور سجدہ کے مقابل قرینہ صارفہ ہے۔ اس مقام میں رکعت سے مراد رکوع ہے اور حدیث ابوداؤد میں کوئی قرینہ صارفہ نہیں جو حقیقت سے مجاز کی طرف پھیرے پس معنی حدیث یہ ہوگا من ادرک الرکعۃ فقد ادرک الصلوٰۃ جس شخص نے ایک رکعت باجماعت پالی اس نے نماز باجماعت کا ثواب پالیا۔

اس حدیث پر بدرجہ کلام ہے۔ اول اس میں یحییٰ بن سلیمان راوی ضعیف ہے، تقریب میں ہے یحییٰ بن سلیمان بن المدینی ابو صالح لین الحدیث ہے۔ کاشف میں ہے قال البخاری منکر الحدیث۔ خلاصہ میں ہے یحییٰ بن ابی سلمان عن سعید المقبری وعنہ شعبۃ قال البخاری منکرالحدیث۔ حاشیہ خلاصہ پر نقلاً عن التھذیب مستور ہے۔ وقال ابوحاتم مضطرب الحدیث یکتب حدیثہ لیس ممکن یکذب۔ میزان میں ہے۔ قال ابوحاتم یکتب حدیثہ لیس ھو بالقوی وقال البخاری منکرالحدیث۔ امام بیہقی معرفت میں لکھتے ہیں۔ تفرد بہ یحیی بن ابی سلمان بذاو لیس بالقوی اور امام بخاری جزء القراۃ میں فرماتے ہیں۔ ویحییٰ ہذا منکرالحدیث وثقہ ابن حبان والحاکم وذکرہ ابن حبان فی الثقات خلاصہ یحییٰ بن ابی سلیمان کی توثیق ابن حبان اور حاکم نے کی ہے۔ اوراس کی تضعیف ایک جماعت کثیرہ سے منقول ہے۔

وجہ دوم :

اس حدث میں یہ زیادتی اذا جئتم الی الصلوٰۃ و نحن سجود فاسجدو ولا تعدوھا لشیئا غیر محفوظ و منکر ہے۔ ایک جماعت کثیرہ نے حدیث ابوہریرہ کو روایت کیا ہے۔ مگر سوائے یحییٰ ابن ابی سلیمان کے کسی نے اس زیادت کو روایت نہیں کیا اس جماعت کی حدیث کو امام بخاری جزء القراۃ میں لائے ہیں۔ اور دس رواۃ یہ ہیں: امام مالک، عبیداللہ بن عمر، یحییٰ بن سعید، ابن الہاد، یونس، معمر، ابن عیینہ، شعیب، ابن جریج، عراک بن مالک۔ تلک عشرۃ کاملہ کے خلاف یحییٰ بن ابی سلیمان کی یہ زیادتی غیر محفوظ اور منکر ہے۔

ایک اعتراض اوراس کا جواب :

اگر کہا جائے کہ اس حدیث پر ابو داؤد اور منذری کا سکوت صحت حدیث پر تین دلیل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ سکوت ابو داؤد مصلح للاحتجاج کا اصول اکثری ہے۔ نہ کہ کل ورنہ ابو داؤد میں بیسیوں ایسے مقام ہیں جن پر ابو داؤد اور منذری نے سکوت کیا ہے۔ اور وہ حدیث عند المحدثین قابل حجت نہیں۔ چنانچہ ابو داؤد کے باب سجدتی السھو فیھما تشھد و تسلیم میں عمران بن حصین کی روایت میں ذکر تشھد محفوظ نہیں اور ابو داؤد کا اس پر سکوت ہے۔ ایسی ایسی اور بھی مثالیں موجود ہیں جن کو امام شوکانی نے نیل الاوطار میں ذکر کیا ہے۔

حدیث دار قطنی اور ابن خزیمہ کی تحقیق :

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرک رکعۃ من الصلوٰۃ فقد ادرکہا قبل ان یقیم الامام صلبہ اخرجہ الدار قطنی و ابن خزیمہ۔ ''مگر اس میں بھی بچند وجوہ کلام ہے۔ اول اس میں قرۃ بن عبد الرحمن راوی ضعیف ہے۔ دوسرے قرۃ بن عبد الرحمن کے شاگرد یحیی بن حمید راوی کو امام بخاری نے جزء القراۃ میں مجھول کہا ہے۔ اور کہا ہے ولیس ہذا مما یحتج بہ اہل العلم۔ اور میزان الاعتدال میں ق ال البخاری لایتابع فی حدیثہ وضعفہ الدار قطنی دوم یہ حدیث غیر محفوظ و منکر ہے۔ قبل ان یقیم الامام صلبہ کا لفظ یحییٰ بن حمید نے خلاف ثقات اثبات مذکورین کے روایت کیا ہے۔ قرۃ بن عبد الرحمن ضعیف راوی کے متعلق تقریب میں یقال اسمہ یحییٰ صدوق لہ منکرالخ ترغیب میں ہے۔ قال احمد منکر الحدیث جداً و ضعفہ ابن معین وقال ابن عدی ارجوانہ لاباس بہ صح حدیثہ ابن حبان واخرجہ مسلم مقرونا بعمر بن الحارث وغیرہ انتھی کاشف میں ہے۔ ضعفہ۔ ابن معین وقال احمد منکر الحدیث جداً انتھی۔ میزان میں ہے۔ خرج لہ مسلم فی الشواہد وقال الجوزجانی سمعت احمد منکر الحدیث جداًوقال یحییٰ ضعیف الحدیث وقال ابو حاتم لیس بالقوی، وقال ابن عدی روی الاوزاعی عن قرۃ بضعۃ عشر حدیثا وارجوانہ لاباس بہ انتھی۔

پس ثابت ہوا کہ دار قطنی اور ابن خزیمۃ کی روایت صحیح نہیں بلکہ غیر محفوظ اور منکر ہے۔ حاشیہ عربی بلوغ المرام میں ہے، صحیحات ابن خزیمہ وغیرہ پر عمل جائز ہے یوں کہ ان کے مصنفین نے ان حدیث کی حصت پر حکم لگایا ہے۔ مگر جب کہ غیر ان کے نے معارضت اور منازعت کی ہو تو اس وقت دلیل کی ضرورت ہے۔ (برہان العجاب مع ترجمہ کشف الحجاب)

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 3 ص 234-239

محدث فتویٰ